خیابان خزاں ۲۰۲۳ء

انسانی تہذیب کا آغاز وارتقا اور اُردو ادب

ڈاکٹر آمنہ بتول، ایسوسی ایٹ پروفیسر گورنمنٹ گریجوایٹ کالج فار وومن، سرگودھا
ڈاکٹر رخسانہ بلوچ، اسسٹنٹ پروفیسر ویمن یونی ورسٹی فیصل آباد

ABSTRACT:

Civilization of human being has broad spectrum of various phases. These provides basis for understanding the history of different nations. Religious and scientific school of thoughts has contradictions in their theories regarding creation of universe and human being. History of human being reveals the phases of civilization in terms of basic necessities and available sources. Revolutionary development in agriculture also enhanced various aspects of civilization. These developments created social traditions and customs. These affect various levels of society.
Key words: civilization, various phases, social tradition,

بنی نوع انسان کی تہذیبی داستان دلچسپ ہے اتنی بصیرت افروز بھی ہے۔لاکھوں سال کے دوران انسان موجودہ مقام تک کیسے پہنچا یہ ایک حیرت انگیز داستان ہے۔ کسی قوم کی تاریخ کا صحیح معنوں میں احاطہ کرنے کے لیے اسے تہذیب انسانی کے تناظر میں دیکھنا ضروری ہے کیونکہ اس تناظر کے بغیر کسی قوم کی تاریخ کا مطالعہ ایسا ہی ہے جیسے کسی کہانی کو درمیان سے شروع کر دیا جائے دراصل تہذیب انسانی ایک رودرواں کا نام ہے جس میں مختلف اقوام کی ترقی کی ندیاں شامل ہوتی گئیں یہاں تک کہ وہ آج ایک سیل رواں کی صورت اختیار کر چکی ہے۔

زندگی کا آغاز کب ہوا؟ اس سوال سے پہلے کا سوال بھی غور طلب ہے کہ زمین کی تشکیل کیسے ہوئی؟ زمین کی تشکیل کے بارے میں سائنس کی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ آج سے اربوں صدیاں پہلے سورج ایک دہکتی گیس کی مانند تھا اس کے تیز چکروں کے سبب اس کے کچھ ٹکڑے الگ ہو کر اس کے سیارے بنتے گئے اور چکر لگاتے سیاروں کے کچھ ٹکڑے الگ ہو کر چاند بنتے گئے۔ ہماری زمین بھی انہی سیاروں میں سے ایک تھی۔ آہستہ آہستہ گیس ٹھنڈی ہوتی گئی اور زمین نے ٹھوس صورت اختیار کر لی۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت محض دھواں تھا اس نے آسمان اور زمین سے کہا وجود میں آجاؤ، خواہ چاہو یا نہ چاہو، دونوں نے کہا ہم آگئے فرماں برداروں کی طرح۔۔۔(سورۃ حٰم، سجدہ:۱۱)

اس طرح سے اس سیارے میں زندگی کی بتدا ہوئی مگر میں یہ بات وثوق سے نہیں کہہ سکتی کہ کب ہوئی اس ضمن میں زیادہ تر قیاس آرائیاں ہی ہیں۔ تاہم اس بات پر سائنس دان اتفاق کرتے ہیں کہ زندگی کا آغاز سمندر کے کنارے کیچڑ اور دلدل سے ہوا اور اس کا اندازہ چٹانوں میں موجود (Fossils) سے لگایا جا سکتا ہے۔ اسی لیے اس دور کی تاریخ کو چٹانوں کا ریکارڈ کہا جاتا ہے۔ پھر لاتعداد صدیوں کے گھونگے، سیپ دار مچھلی، کیکڑے رینگنے والے کیڑے وغیرہ اور پھر مچھلیوں کی بے شمار اقسام وجود میں آئیں۔ یہ ساری اشیا سمندر تعلق رکھتی تھی زمینی پودوں یا زمینی جانوروں کا کوئی تصور نہیں یہ ساری اشیاء دراصل سمندری مخلوق ہی تھیں البتہ انہوں نے بتدریج اپنے اندر اتنی صلاحیت پیدا کرلی کہ وہ آہستہ آہستہ کروڑوں سال کے بعد خشکی پر آنے کے قابل ہوگئے۔

جہاں تک انسانی زندگی کے آغاز کا تعلق ہے تو کائنات میں انسان کی آمد کا نظریہ سائنسی نظریہ مذہبی نظریے سے متصادم ہے۔ سائنسی نظریے کے مطابق انسان بندر، گوریلا یا بن مانس کی اولاد ہے جب کہ مذہبی نقطہ نظر سے حضرت آدمؑ پہلے انسان تھے۔ جو خلیفہ اللہ کی حیثیت سے دنیا میں بھیجے گئے سائنسی اور مذہبی دونوں حوالوں سے اس سوال کا جواب دیان بہت مشکل ہے کہ انسان کب اور کہاں عالم وجود میں آیا۔ وہب ابن سینہ کے مطابق یہ واقعہ ۸۲۸۴ قبل مسیح کا ہے۔ کمپینین بائبل کے مطابق ۴۰۰۴ قبل مسیح اور عربوں کے مطابق ۶۱۷۴ قبل مسیح میں آدمؑ کا ورود ہوا مزید روایات بھی ہیں۔ جو ۴۰۰۰ قبل مسیح سے ۶۰۰۰ قبل مسیح کے درمیانی عرصے کا تعین کرتی ہیں۔ تاہم مختلف واقعات کا زمانہ متعین کرتے ہوئے بعض لوگوں نے اسے ۴۱۱۶۰ قبل مسیح قرار دیا ہے یہ بھی کوئی حتمی بات نہیں ہے۔ ۳۲ تاریخ میں ۵۰۰۰ قبل مسیح سے بعد کا سارا ریکارڈ نامکمل ہے یہ عرصہ اس مدت کا کم و بیش سوواں حصہ ہے جس میں انسان زمین پر سرگرم عمل رہا ہے۔(۱) جیالوجی کے ریکارڈ میں انسان اس کرہ ارض پر سب سے آخر میں آنے والی مخلوق ہے۔(۲)

تہذیب انسانی کے ادوار:

علماء نے تہذیب انسانی کو مختلف ادوار میں تقسیم کیا ہے تاہم یہ تقسیم مختلف زاویے سے تہذیب کو دیکھنے کے لائق ہے۔ اینگلزس اپنی کتاب "خاندان، ذاتی ملکیت اور سیاست کا آغاز" میں اسے ۳ بڑے ادوار میں تقسیم کرتا ہے۔

I۔ عہد وحشت:

جس میں انسان قدرت کے خزانے سے زیادہ تر وہی چیزیں لیتا تھا جو کھانے پینے کے لیے تیار ملتی تھیں َانسان خود زیادہ تر ایسے اوزار تیار کرتا تھا جس سے ان چیزوں کو لینے میں آسانی ہو۔

II۔ عہد بربریت:

جس میں انسان نے مویشی پالنا اور کھتی کرنا یعنی اپنی محنت قدرت کی زرخیزی کو بڑھانے کے طریقہ سیکھا۔

III۔ جس میں انسان نے قدرت کی نعمتوں سے مزید کام لینا سیکھا اور صنعت و حرفت کی واقفیت حاصل کی۔(۳)

ان تینوں زمانے پر غور کیا جائے تو یہ انسان کی تہذیب کی داستان سناتے ہوئے دیکھائی دیتے ہیں اور ایک اہم بات جو نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ ہر نسل انسانی اپنے سے پہلے کی نسل کے تجربوں سے سیکھتی رہی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علم برابر بڑھتا رہا اور اس میں تیزی سے پیش رفت اس وقت ہوئی جب انسان نے بولنا سیکھا کیونکہ اسی زبان یعنی بولی کے ذریعے اس نے اپنے تجربات آئندہ آنے والی نسلوں میں منتقل کیے جس سے علم کے پھیلاؤ اور اسے دوسروں تک پہنچانے میں اور آسانی ہو گئی لیکن اس ضمن میں یک بات ذہن نشین رہے کہ دنیا میں تمام قوموں اور تہذیبوں نے ایک ساتھ ترقی کی جنھوں نے دوسری تہذیبوں سے اپنا رشتہ قائم کیا اور ان سے کچھ سیکھا جو دوسروں سے الگ تھلگ رہیں اپنی دنیا میں مگن رہیں وہ ترقی میں پیچھے رہ گئیں اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ تہذیبیں ایک دوسرے سے مل کر سیکھتی ہُیں تنہائی میں ایک جگہ ٹھٹھر کر رہ جاتی ہیں۔

سبط حسن ایک خاص نقطہ نظر کے حوالے سے انسانی تہذیب و تمدن پر گہری نظر رکھتے ہیں انہوں نے اپنی کتاب "ماضی کے مزار" میں انسانی تہذیب کو ۴ بڑے ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

۱. ثمر یابی کا دور
۲. شکار کا دور
۳. گلہ بانی کا دور
۴. زراعت کا دور (۴)

I۔ ثمر یابی کے دور میں انسان جنگلی نباتات گھاس پات پر زندگی بسر کرتا تھا اس دور میں انسان اپنی خوراک خود پیدا کرنے پر قادر تھا وہ قدرت پر انحصار کرتا تھا اور اس کا طرز زندگی جانوروں سے زیادہ مختلف نہ تھا۔

II۔ اس دور میں قبیلہ تو بدستور برقرار اور مضبوط تھا تاہم عورت کی حیثیت میں کمی ہوئی اب انسان پتھر کے نکیلے ٹکڑوں کو لکڑی سے جوڑ کر کلہاڑے اور بھالے بنانے لگے شکار جوکھم کا کام تھا اس لیے یہ مردوں کے سپرد ہوا اور عورت کی حیثیت ثانوی ہو گئی۔ تاہم شکار کے باجود نباتاتی اشیاء کی تلاش عورت ہی کے سپر تھی۔ اس دور میں عورت نے پرورش و پرداخت اور افراد قبیلہ کی دیکھ بھال کی ذمہ داری احسن انداز میں سنبھال لی تھی۔

III۔ اس دور میں گلہ بانی کا آغاز ہوا۔ دوران شکار جو جانور زندہ ہاتھ لگتے یا زخمی صورت میں مل جاتے ہیں انہیں قبیلے میں لے آتے یوں گلہ بانی کی آغاز ہوا اس دور میں انسان کو شکار کی محتاجی سے نجات مل گئی اب اس کے پاس جانور موجود ہوتے تھے اگر وہ شکار پر نہ جاتا تو ان پالتو جانوروں کے گوشت سے لطف اندوز ہوتا اس دور میں وہ جانوروں کے دودھ سے بھی آشنا ہوا لیکن گلہ بانی کے اس دور میں انسان کو گھاس والے علاقے تلاش کرنے پڑے اور وہ سفر کر کے ایسے علاقوں میں جا کر آباد ہوا۔

گلہ بانی کے بعد کھیتی باڑی کا دور آیا زراعت کے بارے میں یہ اتفاق ہے کہ یہ فن عورتوں نے ایجاد کیا زرعی دور کو عظیم دور کہا جا سکتا ہے کیوں کہ اب انسان کا زمین کے ساتھ مضبوط تعلق قائم ہوا اور اس نے سفری زندگی ترک کر کے حضری زندگی اختیار کی عورت کو دوبارہ برتی نصیب ہوئی کیوں کہ زراعت میں عورت کا ہاتھ تھا عورت پھر سے ایک قوت کے طور پر وجود میں آئی اس دور کو موی دور کہتے ہیں۔ اس دور میں وراثت اور حقوق وغیرہ کا تعین ماں کی طرف سے ہوتا تھا۔ بعض پسماندہ اقوام میں نظام اب بھی رائج ہے۔

ان ادوار کی تقسیم سے جہاں انسانی تہذیب کی داستان پتا چلتی ہے وہاں دوسری طرف اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھتا ہے کہ انسان سرسبز وادیوں اور دریا کے کناروں پر زندگی کے آغاز کو کیوں اہمیت دیتا تھا کیونکہ جب اس نے گلہ بانی کا آغاز کیا تو جانوروں کی نشوونما کے لیے ایسے ہی علاقوں کی ضرورت تھی جہاں جانوروں کی غذائی ضروریات کو پورا کیا جا سکے کیوں کہ انسان اپنی غذائی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے پورے جنگل کا چکر لگا لیتا لیکن جانوروں کی غذائی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اس نے ایسے علاقوں کو ترجیح دی جاہس سرسبز وادیوں اور پانی کی سہولتیں موجود تھیں۔ صاحبزادہ محمد عبدالرسول اپنی کتاب "تاریخ انسانی تہذیب" میں ادوار کی تقسیم کچھ اس انداز سے کرتے ہیں۔

I۔ یہ کہانی تقریباً پانچ لاکھ سال قبل سے شروع ہوتی ہے جب انسان خوراک اکٹھی کرنے والی مخلوق تھا (Food Gatherer) یہ وہ جنگل میں چل پھر کر اپنے لیے خوراک حاصل کرتا مگر خوراک کو ذخیرہ کرنے کا ملکہ اسے حاصل نہ

تھا۔ مرکزی افریقہ کے جنگلوں شمالی مغربی آسٹریلیا کے صحراؤں اور منجمد شمالی کے ویرانوں میں انسان آج بھی اس منزل میں ہے۔ یہ پتھر کا قدیم زمانہ کہلاتا ہے۔

II۔ کم و بیش ۸ ہزار سال قبل بعض علاقوں بالخصوص مشرق وسطی میں بعض معاشروں نے زمین کی کاشت اور جانور پال کر خوراک کو پیدا کرنا شروع کیا اس مرحلہ کے انسان کو(Food Producer) کہا گیا ہے۔ یہ پتھر کا نیا زمانہ کہلاتا ہے۔ یہاں بھی ساری دنیا کے لیے اس مرحلہ کے آغاز و اختتام کی تاریخ کا حتمی تعین ممکن نہیں مثال کے طور پر نیوزی لینڈ کے ماوری لوگ ۱۸۰۰ تک اس مرحلہ میں زندگی گزار رہے تھے۔

III۔ تہذیب انسانی کا تیسرا مرحلہ اس وقت سامنے آیا جب دریائے نیل، دریائے دجلہ فرات، دریائے سندھ اور کچھ عرصہ بعد دریائے ہوانگ وہ کی زرخیز وادیوں میں انسان نے مزید ترقی کی۔ چھوٹی بستیوں کی جگہ بڑے شہر آباد ہوئے۔ مزید پیداوار بر آمد ہونا شروع ہوئی۔ تجارت نے ترقی کی اور تخصص پر مبنی پیشے وجود میں آئے۔ یہ دور کانسی کا زمانہ کہلاتا ہے۔ کیوں کہ اس دوران میں کانسی اور تانبا ایسی دھاتیں تھیں جنہیں دریافت کیا جاچکا تھا اور ان دھاتوں نے پتھر کی جگہ لے لی تھی اس عہد میں تحریر کا آغاز بھی ہوا۔

IV۔ تقریباً 1200 ق م مشرق وسطیٰ کے علاقہ میں انسان نے لوہے کے استعمال کا طریقہ دریافت کر لیا اس طرح اب لوہے کے زمانے کا آغاز ہوا اسی دور میں حروف تہجی کی ایجاد سے تحریر بھی نئے دور میں داخل ہوئی۔ ۷۰۰ ق م کے قریب سکہ سازی شروع ہوئی جس سے تجارت میں مزید آسانیاں پیدا ہوئی نیز جہاز رانی کی ترقی نے مختلف معاشروں کو ایک دوسرے کے قریب لانے میں مدد دی یوں باہمی روابط سے تہذیب انسانی کی ترقی میں بڑی پیش رفت شروع ہوئی اور انسانی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہونے لگا۔

> کتاب کا زیر نظر حصہ جو عہد قدیم پر مشتمل ہے یہاں ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد عہد اوسط کا آغاز ہوتا ہے۔۔۔۔۔اب وہ انسان جس نے پتھر کے ساز و سامان کے ساتھ سفر کا آغاز کیا تھا کائنات کی وسعتوں کو عبور کرنے لگا۔(۵)

عہد انسانی میں انقلاب اور تہذیب کی نئی راہیں اس وقت کھل گئیں تھیں جب انسان نے زراعت کا آغاز کیا تھا۔ کیونکہ پہلے وہ خوراک اکٹھی کرتا تھا مگر اب اس نے خوراک پیدا کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ خوراک کو جمع کرنے لگا مگر

اس بات کا جواب دینا کہ زراعت کا سب سے پہلے آغاز کہاں سے ہوا اس کے بارے میں کوئی حتمی رائے دینا مشکل ہے۔ زراعت کے آغاز سے انسان کی زمین سے وابستگی پیدا ہو گئی اور یوں ملکیت کا بھی آغاز ہوا۔ زراعت میں نئے نئے تجربات نے انسانی ذہن کو مزید وسعت اور آگہی دی اجتماعی سماجی زندگی نے مختلف ادوار کو جنم دیا۔ زراعت کے تجربات سے حاصل ہونے والی خوراک کو سٹور کرنے کے لیے بڑے بڑے ملکوں کی ضرورت پیش آئی یوں ظروف سازی کا کام شروع ہوا اور ہر قسم کے مٹی کے برتن بنائے جانے لگے۔ پتھر کے برتن بھی بنائے گئے گڑھے کھود کر اور ان کی دیواروں کو گھاس پھونس سے ڈھانپ کر بھی سٹور کر کام لیا جاتا رہا۔ زراعت کا آغاز ریاست کے قیام کا بھی سبب نا مگر یہ عمل فوری طور پر نہیں بلکہ ایک تدریجی عمل تھا۔ اسی عہد میں جانور پالنے کا آغاز ہوا قیاس کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلا پالتو جانور کتا تھا۔ یہ جانور شکاروں کے پڑاؤ کے گرد منڈلاتا رہتا تھا تاکہ بچا کچھا گوشت اور ہڈیاں کھا سکے انسان نے اسے پال کر شکار اور حفاظت کے لیے استعمال کیا اس کے بعد دوسرے جانور جو خوراک کے کام آتے تھے اس کے قبضے میں آئے۔ مثلاً گائے، بھیڑ، بکری، مرغ وغیرہ۔

زندگی کے استحکام کے لیے سماجی قوانین، قاعدے، رسوم وروایات از خود پیدا ہوتی گئیں۔ اجتماعی سماجی زندگی نے مختلف اداروں کو جنم دیا ادارہ سے مراد وہ عقائد اور افعال ہیں جو ایک معاشرہ اپنی ضرورت کے تحت منظم کرتا ہے اس میں تمام رسوم اور روایات شامل ہوتی ہیں۔ ان اداروں میں سب سے اہم ادارہ خاندان تھا۔ جن کے اہم عناصر والدین اور اولاد تھیں۔ ان کے افعال میں بچوں کی پرورش مرد اور عورت کے درمیان تقسیم کار، جاندار کا حصول اور اگلی نسل کو تفویض کرنا شامل تھا۔ اس عہد میں ایک سے زیادہ شادیوں کا رواج تھا۔ ایک بیوی کے کوئی خاوند ہوتے تھے کیونکہ غرب کی وجہ سے ایک خاوند پورے خاندان کی کفالت نہیں کر سکتا تھا۔ چناچہ مرد مل کر خاندان پالتے تھے۔

ابتدائی عہد میں مذہب اور فوت کے بعد کی زندگی کے کوئی واضح تصورات نہیں تھے لیکن آہستہ آستہ مذہب ایک اہم ادارہ بن گیا۔ لیکن ماہرین کی رائے کے مطابق مذہب ابتدا میں عقیدہ کی بجائے رسوم سے عبارت تھا یعنی پہلے رسومات کا آغاز ہوا اور بعد میں عقیدہ یا نظریہ سے ان کا جواز پیدا کر لیا گیا قدیم انسان کی بقاء کا انحصار عناصر قدرت مثلاً موسم بارش، پودوں اور جانوروں کی افزائش پر تھا وہ اس لیے قربانیوں اور رسومات کا اہتمام کر کے قدرت کو راضی کرنے کی کوشش کرتا تھا تاکہ قدرت کے یہ معمولات جاری رہیں۔ قدیم انسان کے لیے مذہب کا اہم ترین عنصر خوف تھا، وہ بیماری، موت، بھوک، قحط طوفان، مردہ انسانوں اور جانوروں کی روح سے خوفزدہ رہتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ہر مصیبت کے

بعد دوسری مصیبت آئے گی۔ جب تک اس مصیبت کی اصل وجہ کو ختم یا بے ضرر نہ کر دیا جائے اس مقصد کے لیے وہ جادو ٹونے کو کام میں لاتا تھا۔

زائد پیداوار نے انسانی سماج کو جہاں تبدیل کیا وہ دوسری طرف آبادی کو بڑھنے کی صورت میں اور ایک جگہ آباد ہونے کی وجہ سے انسان بہت سی آفات سے محفوظ ہو گیا۔ اس کی اوسط عمر میں بھی اضافہ ہوا۔ زائد پیداوار نے انسان کو فرصت کے لمحات دیئے لہذا اس نے موسیقی، رقص، ادب، شعر و شاعری اور تعمیرات کی طرف توجہ دی۔ زائد پیداوار کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ جو چیزیں اور اشیا وہ نہیں پیدا کر سکتے تھے یا بنا نہیں سکتے تھے ل۔ ان کے حصول کے لیے دوسرے لوگوں اور علاقوں سے تجارت شروع ہو گئی۔ اس عمل سے جہاں مختلف تہذیبوں اور لوگوں کو ملنے کا موقع ملا وہاں دوسری طرف مختلف تہذیبوں میں رسم الخط کی ابتداء ہوئی کیوں کہ تجارت کی وجہ سے حساب کتاب کی ضرورت محسوس ہوئی زراعت پر جب ٹیکس لگایا گیا تو یہ بھی ضروری تھا۔ کہ اسک اپورا حساب کتاب رکھا جائے دوسرا نظام حکومت اور قانون کو بھی لکھنے کی ضرورت تھی۔ پجاریوں کو ان دعاوں کو بھی لکھنا تھا کہ جو وہ دیوی دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے گاتے تھے۔ شاعر و ادیب اور لکھاریوں نے جب کہانیاں اور داستانیں تخلیق کیں تو ان کو بھی تحریر میں لایا گیا بادشاہوں کے احکامات اور فرمان لکھ کر لوگوں تک جایا کرتے تھے۔۔ انہیں پتھروں اور چٹانوں پر کھدوا کر جگہ جگہ رکھوا دیا جاتا تھا کہ لوگ انہیں پڑھیں۔ تحریر کی وجہ سے معاشرہ میں کاتبوں اور منشیوں کا طبقہ پیدا ہوا جن کی علم کی وجہ سے اہمیت ہو گئی۔ تحریر کے وجود میں آنے کے بعد ایک تاریخی دور کا آغاز ہوا۔

انسانی تہذیب میں ایک نیا اور جدید رخ اس وقت سامنے آیا جب انسان نے لوہے کا استعمال کیا۔ لوہے سے بنے ہوئے اوزاروں میں ہل، درانتی، پھاوڑ، کلہاڑی اور کھرپی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ایک طرف کلہاڑی کی مدد سے درختوں کو کاٹنے میں آسانی ہوئی تو دوسری طرف لوہے کے ہل سے زمین میں بوائی اور کھدائی میں آسانی ہوئی۔ جس سے کسان کو زیادہ پیداوار ملنے لگی۔ لوہے نے کاریگروں کو پیشہ ورانہ ازار دیے جن میں ہتھوڑا کیلیں، انی، آراہ اور تیز دھار والے چاقو اور چھریاں تھیں۔ اس دھات کی وجہ سے ہتھیاروں میں تبدیلیا آئی اور اب جو ہتھیار بنے وہ زیادہ سخت مضبوط اور خطرناک تھے۔ لوہے کے اوزار کی وجہ سے ایک طرف تو انسان نے اپنے محنت کی بچت کی تو دوسری طرف پیداوار میں اضافے سے اس کی معاشی حلات کو بھی بہتر بنایا جس کی وجہ سے انے اپنی تجوہ زندگی کے دوسرے پہلوؤں پر دی۔ پھر ایک اور اہم ایجاد جس نے انسانی زندگی پر بہت مثبت اثرات مرتب کیے وہ سکے کی ایجاد ہے۔ اب تک تجارت تبادلے کے ذریعے ہوتی

تھی۔ موچی جوتے بنا کر گندم کے عوض کسان کو دیتا تھا لہوار اوزار بنا کر موچی سے جوتے یا کسان سے گندم لے لیتا اس طرح لین دین مُں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا کیوں کہ جن اشیا کا تبادلہ ہوتا تھا ان کی قیمت مقرر کرنا مشکل ہوتا تھا سکہ کی ایجاد نے ان مشکلات کو حل کر دیا یہ سکے تانبے اور چاندی کی دھاتوں میں ڈھالے جاتے تھے۔ ان قیمت مقرر تھی۔ اس مقررہ قیمت پر خریدار اپنی ضرورت اور پسند کی چیزیں خرید لیتا تھا۔ جب اشیا کے بدلے کی جگہ سکے نے لی تو اس سے کسان اور کاریگر کو فائدہ ہوا وہ اب زائد پیداوار کو بیچ کر پیسہ جمع کر سکتے تھے۔ لیکن جہاں سکے نے تجارت اور لین دین میں سہولت پیدا کی وہاں اس کے نتیجے میں سودی کاروبار، رہن اور قرض کے مسائل بھی پیدا ہوئے۔

لوہے کے ہتھیار سے جہاں بہت سے فوائد حاصل ہوئے وہاں یہ نقصان بھی ہوا کہ فوج کے پاس لوہے کے ہتھیار ہونے کی وجہ سے جہاں بادشاہ ایک طرف اپنی رعایا کو کنٹرول کرتا تھا تو دوسری طرف اپنی طاقت کے بے جا استعمال ہمسایہ ریاستوں پر حملہ کر کے ان کی زمینیں، مال اور لوگوں کو قیدی بنا لیتا تھا اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ ایک اور اہم تبدیلی سماجی کی تقسیم تھی۔ سماج مختلف طبقوں میں بٹ گیا یعنی طاقت ور اور حکمران ایک طرف اور کمزور اور غریب دوسری طرف اس غیر مساوی تقسیم کی وجہ سے سماج میں ہم آہنگی نہ رہی اور اگر دیکھا جائے تو آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی سیاسی اور معاشری حوالے سے طاقت کا استعمال اور غیر مساوی تقسیم ہمیں اب بھی نظر آتی ہے اور یوں انسان جس نے اپنے سفر کی ابتداء غاروں سے کی آہستہ آہستہ ترقی کرتا ہوا دور جدید میں داخل ہو گیا۔ بہت ساری نئی ایجادات کے ساتھ اس نے اس کائنات کو اپنے ہنر سے سجا ڈالا۔ انسانی تہذیب کی تاریخ جس کو ہم تین ادوار میں تقسیم کرتے ہیں۔ یعنی عہد قدیم، عہد وسط اور وہد جدید ان کے درمیان کوئی واضح لکیر کھینچنا ممکن نہیں جو ایک دور کے خاتمہ اور دوسرے دور کے آغاز کی تاریخ کا یقینی تعین کر سکے بلکہ یہ تبدیلی ایک طویل عرصہ تک جاری تاریخی عمل کا نتیجہ ہوتا ہے جس دوران انسانی سوچ، رویے اور اقدار ارتقائی مراحل سے گزرتے ہیں۔

جہاں تک اردو ادب کا تعلق ہے تو اردو ہندوستان میں پروان چڑھی اور ہندوستان دنیا کا قدیم ملکوں میں سے ایک ہے۔ اس کی تہذیب و ثقافت، کلچر، معاشرت زمانہ قدیم سے چلی آ رہی ہے عہد قدیم سے لے کر ایک زمانہ تک دنیا بھر کی مختلف قومیں ہندوستان کی طرف اپنا رخ کرتی رہیں اور آباد بھی ہوتی رہیں۔ ان اقوام اور تہذیب نے جہاں ہندوستانیوں کو متاثر کیا وہاں ان قوموں نے ہندوستانی تہذیب کے اثرات بھی قبول کیے یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ انہوں نے اپنی انفرادی شناخت کو برقرار رکھا تھا۔ ان قوام کے میل جول سے جو نئی تہذیب پروان چڑھی ہے۔ اسے مشترکہ کلچر سے

تعبیر کیا جاتا ہے باہر سے آنے والی قوموں نے یہاں کی تہذیب و ثقافت خاص طور پر ہندوانہ رسم و رواج کو اپنا لیا ہولی، دیوالی کوئی بھی تہوار آتا وہ مل کر خوشیاں مناتے لوگوں کا رہن سہن طرز زندگی لباس امور وضع قطع ادبی سرگرمیاں ہندوستان کی مشترکہ تہذیب و ثقافت کی اہم مثالیں ہیں۔

معاشرے اور ادب کا چونکہ چولی دامن کا ساتھ ہے ادب کے معاشرے اور معاشرے کے ادب پر اثرات نظر آتے ہیں تو معاشرے کی اس تبدیلی نے جہاں فنون لطیفہ ، صحافت ، مصوری، خطاطی، موسیقی اور مجسم سازی وغیرہ پر گہرے نقش مرتب کیے وہاں دوسری جانب ادب بھی اس کے رنگ میں رنگا گیا۔ ادب نہ صرف اپنی تہذیب و ثقافت کا آئینہ دار ہوتا ہے بلکہ وہ اُس کی آواز بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں انسانی احساسات و جذبات کی مکمل تصویر کشی بھی شامل ہوتی ہے۔

دنیا کے کسی بھی ادب میں اُس کے تہذیبی ورثے کو تلاش کرنا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے ادب میں ہمیں ایسی سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں ۔ میر خسرو ہو، ولی ہو یا میر غالب ہو، اقبال ہو یا فیض یا بعد کے آنے والے شعراء اسی طرح نثر نگاری میں ملا وجہی میر امن ہو سرور ہو، پریم چند ہو، قرۃ العین، یا عصمت چغتائی ہر ایک کے ہاں ہمیں ہندوستان کے تہذیب و ثقافت کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔ جہاں تک شاعری کا تعلق ہے تو اُردو نظم نگاروں نے انتہائی خوبصورتی اور مہارت کے ساتھ ہندوستانی تہذیب کو اپنے شعری سانچے میں ڈھالا ہے ہندوستان کے مذہبی عقائد رسم و رواج عادات و اطوار ، افکار و نظریات ، غرض یہ کہ سب کچھ پیش کر دیا ہے۔ ہندوستان کا گاؤں ، دیہات، کھیل کھلیان، بودوباش، ملبوسات ندے نالے، موسم ، ولادت وفات کی رسومات، اردو نظموں میں اپنی تمام تر نزاکتوں، نشیب و فراز اور حسن و خوبی کے ساتھ موجود ہے۔

جہاں تک نثر کا تعلق ہے تو حقیقت یہ ہے کہ شاعری کی نسبت نثر میں معاشرے کی تصویر کشی زیادہ واضح اور صاف ہے۔ اس اعتبار سے اردو ادب کے اس قسم کی مثالوں سے بھرا پڑا ہے۔ داستان کو اس حوالے سے اہمیت حاصل ہے۔ کہ اُس کا کینوس وسیع ہے۔ اس میں پوری کائنات سمو دینے کی صلاحیت ہے۔ لوازمات و زندگی، رہنے سہنے کے طریقے، اداب و اطوار، عقائد و نظریات تہمات، مافوق الفطرت عناصر غرض کہ کیا کچھ نہیں ہے۔ بوستان ، داستان امیر حمزہ، باغ و بہار، ہندوستان کی تہذیب اور یہاں کی مجلسی زندگی کے دلکش تصویریں پیش کرتی ہیں۔

گویا ہماری تہذیب و ثقافت کا قلعہ آج یہاں کھڑا نظر آتا ہے اُس کی تمام تر تصویریں سماجی زندگی، معاشرت و معیشیت، مذہبی تصورات، عقائد، لباس، بول چال، ندی نالے، پھول، پھل، اٹھنے بیٹھنے کے آداب، رسوم و رواج، بولی غرض کہ ہر چیز کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اس لیے لوگوں کا کہنا یہ درست ہے کہ داستان امیر حمزہ، سے ساحری اور عیاری نکال دیں تو باقی جو رہے گا وہ لکھنؤ کی تہذیب ہے اور اس کا اطلاق صرف داستان امیر حمزہ پر ہی نہیں ہوتا بلکہ اُردو کی ہر داستان پہ ہوتا ہے۔ اور اگر ان واقعات کو اکٹھا کیا جائے تو ہندوستان کے اُن ادوار کی تاریخی، سماجی، مذہبی اور معاشرتی زندگیوں سے بھی واقفیت حاصل کر سکتے ہیں۔

داستانوں کی طرح ناولوں میں بھی ہندوستان کی تہذیب کی جھلکیاں نمایاں ہیں۔ راشد الخیری، عبدالحلیم شرر، قرۃ العین حیدر، عصمت چغتائی، کرشن چندر اور راجندر سنگھ بیدی اور دور حاضر کے ناول نگاروں کے ہاں کہیں نہ کہیں اپنی تہذیب و ثقافت کے رنگ موجود ہیں۔ ابتدائی طور پو راگرچہ اس کے نقوش دھندلے تھے لیکن آزادی کے بعد یہ رنگ مزید واضح ہو گئے اور خاص طور پر دیہی ثقافت کے رنگ بہت مضبوط اور نمایاں ہیں۔ رسومات، عقائد، لباس، کھانے، ذات پات کی تقسیم، پیشے، جاگیر دارانہ نظام اور کسان کی سادہ زندگی کی عکاسی خوبصورت انداز میں ملتی ہے۔ خواجہ احمد عباس، راجندر سنگھ بیدی، کرشن چندر، عصمت چغتائی، عبداللہ حسین، شوکت صدیقی، مستنصر حسین تارڑ، اور غلام ثقلین نقوی کے نام اس حوالے سے اہم ہیں۔ اسی طرح اُردو افسانوں میں کائنات سے لے کر ذات تک کے ہر طرح کے موضوعات کو بیان کیا گیا ہے۔ اگر یوں کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ سماجی حقیقت نگاری اور تہذب و ثقافت کو پیش کرنے کا یہ سب سے بڑا وسیلہ ہے۔ اردو افسانے میں سماجی حقائق کو سب سے پہلے پیش کرنے منشی پریم چند تھے۔ پریم چند کے بعد جن شخصیات نے ان روایات کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ان میں کرشن چندر، سعادت حسن منٹو، عصمت چغتائی، قراۃ العین حیدر اور بانو قدسیہ کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

حوالہ جات

۱. ذوالفقار ارشد گیلانی، "کاروان تہذیب، لاہور، علم دوست پبلی کیشنز، س۔ن، ص:40-39

2. Gordon Child, What happened in history, penguin Books Australia, 1960,P-7

۳. صاحبزادہ محمد عبدالرسول، تاریخ تہذیب انسانی (حصہ اول) ص:9

۴. فریڈرک اینگلز، خاندان، ذاتی ملکیت اور ریاست کا آغاز، لاہور: بک ہوم، 2010ء، ص:28

۵. سبط حسن، ماضی کے مزار کراچی: دانیال، 1986, ص:58,59,60

۶. صاحبزادہ محمد عبدالرسول، تاریخ تہذیب انسانی، ص:9